

لشہدوا منافع لہم

محمود احمد غازی

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سورہ حج کی آیات ۲۶-۲۹ میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام کے ہاتھوں تعمیر کعبہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ کی تعمیر نو کا حکم دیا پھر ان سے کہا کہ لوگوں کو حج بیت اللہ کی طرف بلائیں، لوگ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے پیدل اور سوار، دور دراز مقامات سے حج کے لئے آیا کریں گے اور طرح طرح کے منافع کا مشاہدہ کیا کریں گے۔ ان آیات کے ایک جزو (عنوان بالا) کے الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے منافع کا لفظ جو خود جمع ہے بطور نکرہ استعمال کیا ہے۔ کلام عرب میں جب کوئی لفظ نکرہ استعمال کیا جائے تو اس سے مقصود اس کے عموم کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ حج کی نیت سے بیت اللہ کی زیارت کرنے والے کو اس قدر عمومی منافع حاصل ہوں گے جن کا شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں لفظ منافع کی اس تنکیر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جو لاتعداد دینی و دنیوی فوائد اور روحانی و مادی منافع کی جامع ہے۔ یہ فوائد و منافع کسی دوسری عبادت میں موجود نہیں۔ (۱)

دوسرے بہت سے علماء اور مفسرین نے بھی لفظ منافع کی تفسیر کرتے ہوئے نہایت فکر انگیز بحثیں کی ہیں اور ان روحانی و مادی فوائد کو گنوا یا ہے جو مسلمانوں کو حج بیت اللہ اور زیارت حرمین سے حاصل ہوتے ہیں

یا حاصل ہو سکتے ہیں۔ زیر نظر تحریر میں انہی فوائد و منافع کی طرف مختصراً اشارہ کرنا مقصود ہے۔

دنیا کے قدیم سے قدیم مذاہب میں بھی کسی نہ کسی ایسی عبادت کا تصور ضرور ملتا ہے جس میں لوگ ایک مقررہ وقت پر ایک معین جگہ جمع ہو کر خداوند قدوس کی حمد و ثناء بیان کریں اور اس کے حضور اپنی بندگی کے تقاضے پورے کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں دین حق کی طرف بلانے والے رسول بھیجے، عجب نہیں کہ مختلف علاقوں کے لوگوں کی عبادتیں اور ان کے طریقے ان رسولوں ہی کی تعلیمات کی بگڑی ہوئی شکل ہو۔ بنی نوع انسان کی یہ مشترک روحانی میراث اپنی مکمل اور پاک و صاف شکل میں حج کی صورت میں اسلام میں موجود ہے۔

کرہ ارض پر بسنے والے تمام فرزندان توحید اپنے روحانی باپ موحّد اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی ملت ہیں۔ دراصل ملت اسلامیہ ملت ابراہیمی ہی کا دوسرا نام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی حیات طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کی قائم کردہ ملت کی بنیاد جذبہ قربانی پر ہے۔ آپ نے اللہ کے دین کے لئے گھر بار کو خیر باد کہا۔ اللہ کے حکم پر بیوی بچے کو بے آب و گیاہ ”وادی غیر ذی زرع“ میں چھوڑ دیا اور پھر آخر میں اللہ کی طرف سے اشارہ پاتے ہی اکلوتے بیٹے کی قربانی دینے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ آج دنیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کروڑوں نام لیوا ان کی اس لازوال قربانی کی یاد کو اپنے دلوں میں محفوظ کئے ہوئے ہیں جو انہوں نے اللہ کے حضور اپنے لخت جگر اسمعیل علیہ السلام کو پیش کر کے کی تھی۔ حج دراصل اسی لازوال قربانی کی سالگرہ ہے۔ حج کا جزو اکبر قربانی ہے۔ بلکہ حج کی ساری روح ہی جذبہ قربانی ہے۔ مال کی قربانی، وقت کی قربانی

آرام و راحت کی قربانی اور بالآخر جانور کی قربانی۔ ان ساری قربانیوں کے مجموعہ کا نام حج ہے۔ گویا حج اور ابراہیمیت آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔

اسلام کی اصل روح اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ حج اسی جذبہ اطاعت کو تازگی بخشتا ہے جس کی حکایت وحی الہی نے ”فلما اسلما و تلہ للجبین“ کے قرآنی الفاظ سے بیان کی ہے اور جس کو خداوند قدوس کی بارگاہ سے مقبولیت کی سند ”فنادیناہ ان یا ابراہیم قد صدقت الرؤیا انا كذلك نجزی المحسنین“ کے ذریعہ عطا کی گئی۔ ایک حاجی بیچشم سر اس مقدس جگہ کا مشاہدہ کرتا ہے جہاں اس جذبہ اطاعت کا مظاہرہ کیا گیا اور پھر جانور کی قربانی کے ذریعے خود بھی کسی حد تک اس کی یاد تازہ کرتا ہے۔

اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا لازمی تقاضا مساوات ہے۔ اگر سارے انسان یہ تسلیم کر لیں کہ اللہ ہی کائنات کا مقتدر و مطاع ہے اور کسی غیر کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسروں سے اپنی اطاعت کرائے یا کسی کا مقتدر و مطاع بن بیٹھے تو لامحالہ اس کا منطقی نتیجہ یہی نکلے گا کہ اللہ کے مسلم و مطیع ہونے کی حیثیت سے سارے انسان برابر ہیں، کسی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں الا یہ کہ کوئی اطاعت میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہو۔ یوں تو اسلام کی ساری عبادتیں مساوات کا درس دیتی ہیں لیکن حج تو گویا ہے ہی مساوات کا عملی درس دینے کے لئے۔ اس موقع پر شاہ و گدا، عالم و جاہل، اسیر و غریب، ملکی اور پردیسی سب ایک ہی لباس پہنے ہوئے ایک ہی زبان میں ”لبیک اللہم لبیک“ کی صدائیں بلند کرتے نظر آتے ہیں۔ دنیاوی جاہ و جلال کا اظہار اور طبقاتی فرق کا مظاہرہ عموماً لباس سے ہوتا ہے۔ جہاں سب کا لباس ایک ہو وہاں اسیر و

غریب اور شاہ و گدا میں فرق کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی لئے حج کے موقعہ پر احرام کا حکم دیا گیا ہے۔ احرام باندھ کر کوئی شخص کسی دوسرے پر اپنے جاہ و جلال، مال و دولت یا عہدہ و مرتبہ کا اظہار نہیں کر سکتا۔ حج کے موقع پر فرزندان توحید میں مال و زر کی یہ مصنوعی اور خود ساختہ تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں احرام سے شان ابراہیمیت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ احرام دراصل عہد ابراہیمی کا لباس ہے، حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل علیہما السلام یہی لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اس مبارک موقع کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس لباس کو اس لئے پسند فرمایا تاکہ اس مبارک عہد کا منظر سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے اور وہ کیفیت ہماری ظاہری شکل و صورت اور وضع قطع سے ظاہر ہو۔ (۲)

قرآن مجید میں حرم مکہ کی صفات بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ اس کی جگہ ہے اور ہر اس شخص کو امن و سکون اور اطمینان فراہم کرتی ہے جو اس میں داخل ہو جائے۔ (۳) حرم مکہ میں داخل ہونے والے خوش قسمت لوگوں کو جو روحانی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو وہاں حاضر ہونے کا موقع ملا ہے لیکن دوسروں کو اس عظیم سکون و اطمینان کا کچھ نہ کچھ احساس ان تاثرات اور سفرناموں کو پڑھ کر ہوتا ہے جو مختلف زمانوں میں دنیا کے مختلف علاقوں سے آنے والے زائرین حرم نے دنیا کی مختلف زبانوں میں لکھے ہیں۔ مشہور مغربی فاضل محمد اسد کی شہرہ آفاق تصنیف روڈ ٹو مکہ (Road to Mecca) میں اس روحانی سکون اور اطمینان قلبی کی ایک جھلک نظر آتی ہے جو لیوپولڈ وائس کی بے چینی اور پریشان روح کو بیت اللہ کے سائے میں پہنچ کر حاصل ہوتا ہے، اسی روحانی سکون اور اطمینان قلبی کا معجز اثر کرشمہ تھا جس کے

نتیجہ میں لیوہولڈوائس محمد مسدین لکھے اور غہ مجانے کتنے لیوہولڈوائس تاریخ میں گزرے ہوں گے جن کو بیت اللہ کی زیارت نے محمد اسد بنادیا ہوگا۔

حج بیت اللہ کا ایک اور اہم پہلو اس کی تبلیغی اہمیت ہے۔ دین حق کی تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو جس طرح اور جس وسیع پیمانے پر حج کے اجتماعات کے ذریعہ دنیا بھر میں عام کیا جاسکتا ہے کسی اور ذریعہ سے نہیں کیا جاسکتا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجة الوداع کی مثال لیجئے۔ اس موقع پر ڈیڑھ لاکھ صحابی ہمرکاب تھے۔

آپ نے ذوالحجہ کو میدان عرفات میں قبل از نماز ظہر انسانیت کا انقلابی منشور (خطبہ حجة الوداع) دنیائے انسانیت کو عطا فرمایا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اور خطبہ ایک وقت میں اتنے لوگوں تک نہیں پہنچا۔ یہی حال بعد کے علماء، محدثین اور شائخ کا رہا ہے۔ جن بزرگوں نے حج کے موقع پر تبلیغ و ارشاد کی ذمہ داریاں انجام دیں ان کے اثرات زیادہ دور دور تک پھیلے۔ دراصل حرم میں پہنچ جانا ہی تبلیغ دین اور روح دین سے واقفیت کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ مکہ ہی وہ جگہ ہے جہاں حضور نے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا، جہاں آپ نے اور آپ کے صحابہ نے تکلیفیں جھیلیں۔ مدینہ میں حضور نے پہلی اسلامی ریاست کی بناء رکھی اور پہلا اسلامی معاشرہ قائم کیا۔ یہ دونوں مقامات اسلام کا حقیقی مرکز ہیں۔ باقی دنیائے اسلام کی بہت جرمین شریفین میں اسلامی معاشرہ اپنے اصلی رنگ میں کسی نہ کسی حد تک ہمیشہ ہی موجود رہا ہے اور اپنے زائرین کو ہمیشہ نئے خون اور نئی روحانی توانائی سے گرماتا رہا ہے۔ حرمین میں خالص معاشرہ کی بقا کے لیے خود شریعت نے متعدد اقدامات کئے ہیں۔ قرآن مجید نے صاف

حکم دیا کہ کفار و مشرکین کو حدود حرم میں داخل ہونے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روک دیا جائے۔ (۴) بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے منتقل کر کے کسی اور جگہ آباد کر دیا جائے۔ (۵) چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ نے اپنے دور خلافت میں خیبر اور جزیرۃ العرب کے دوسرے مقامات میں آباد یہود قبائل کو وہاں سے منتقل کر کے فلسطین میں آباد کر دیا تھا۔ ان اقدامات کا مقصد بلاشبہ یہی تھا کہ مرکز اسلام میں کسی اور دین کی آمیزش نہ ہونے پائے، کسی اور دین یا نظام حیات کے ماننے والے باقی نہ رہیں۔ تاکہ مرکز حسی ملیہ اسلامیہ (۶) غیر اسلامی آلائشوں سے پاک رہے۔ دنیا کے گوشہ گوشہ سے سہٹ کر آنے والے حجاج کو کچھ عرصہ مرکز اسلام میں رہنے کا موقع ملتا ہے، یہاں سے وہ تازہ اور پاک صاف جذبہ اسلام لے کر لوٹتے ہیں اور واپس جا کر دوسروں کے قلوب کو روشن کرتے ہیں اور یوں دیے سے دیا جلتا رہتا ہے۔

ان سب چیزوں کے علاوہ سب سے بڑی روحانی نعمت جو حاجی کو حاصل ہوتی ہے وہ اگلے پچھلے تمام گناہوں خطاؤں اور لغزشوں سے معافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حجاج کی تمام خطاؤں سے عفو درگزر فرماتا ہے اور ان کو گناہوں سے یوں پاک و صاف کر کے وطن بھیجتا ہے جیسے وہ آج ہی پیدا ہوئے ہیں۔

یہ تو حج مبرور کی خالص روحانی نعمتوں اور برکتوں کا ایک مختصر سا تذکرہ تھا۔ اس عبادت عظمیٰ کی مالی اور دنیوی منفعتیں بھی کچھ کم نہیں۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ ”لِشَہِدُوا مَنَافِعَ لَہُمْ“ کی تفسیر کرتے ہوئے تقریباً سبھی اکابر مفسرین نے حج کے مالی اور دنیوی منافع کا ذکر کیا ہے۔

مجاہد بن جبر، عطاء بن رباح، ابن العربی اور قرطبی جیسے اکابر مفسرین نے منافع میں تجارتی منافع کو بھی شامل کیا ہے۔ بلکہ بعض جلیل القدر مفسرین مثلاً سعید بن جبیر اور ابو رزین نے تو اس آیت میں منافع سے صرف تجارتی منافع ہی کو مراد لیا ہے۔ بہر حال اس امر پر تو سب کا اتفاق بھی ہے اور ہر ایک کا عملی مشاہدہ بھی کہ حج تجارت کا ایک بڑا اور نہایت مفید موقعہ ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان تاجر حج کے موقعہ پر موجود ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف ممالک سے آنے والے حجاج دنیا کے ہر گوشہ کی مصنوعات اور پیداوار لے کر آتے ہیں۔ اس طرح سکھ دنیا کے ہر ملک کی مصنوعات و پیداوار کا مرکز بن جاتا ہے۔

محض تجارتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو حج توسیع تجارت کا سب سے بہتر ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ دنیا بھر کے بازاروں کی بابت تازہ بتاؤں اور براہ راست معلومات، قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا اندازہ اور بڑے بڑے بیوپاریوں سے روابط کے لئے حج سے بہتر موقعہ مسلمانوں کے لئے کونسا ہو سکتا ہے۔ بلکہ اگر اس مبارک موقعہ پر رزق حلال کے حصول اور جائز تجارت کے فروغ کی باقاعدہ تدابیر اختیار کی جائیں تو بڑے فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ دنیا بھر سے آنے والے مسلمان تاجروں اور صنعتکاروں کا قیام ایک جگہ ہو (مثلاً سکھ اور مدینہ میں تاجروں کے الگ ریسٹ ہاؤس ہوں) سب آنے والے تاجروں کی فہرست دستیاب ہو، پھر مختلف اسلامی ممالک اور کمپنیاں اپنے اپنے تجارتی دفاتر سکھ میں قائم کریں جن کا آپس میں سیل جول ہو۔ حج کے موقعہ پر اسلامی ممالک اپنی اپنی مصنوعات کی نمائش کا اہتمام کریں اور اس کے علاوہ جو تدابیر بھی ممکن اور مفید ہوں عمل میں لائی جائیں تو حج کے اس پہلو سے نہایت عظیم الشان فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اور

کیوں نہ کئے جائیں اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں اس کی اجازت دی ہے۔
 سورہ بقرہ میں حج کے احکام بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لیس علیکم
 جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم۔ کوئی حرج نہیں اگر (اس موقع پر) تم اپنے
 رب کے فضل (جائز روزی) کے حصول کے لئے بھی کوشش کرو۔ (۷)

تجارت کی وسعت کے ساتھ ساتھ حرسین کی مرکزیت سے سیاسی اور معاشرتی
 فوائد بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمان ہمیشہ ہی سے اپنے
 اجتماعی مسائل پر مکہ کے اجتماعات حج میں غور و فکر کرتے رہے ہیں۔
 اسور خلافت کے اہم معاملات حج ہی کے موقع پر طے پاتے تھے۔ مختلف علاقوں
 کے حکام سے رپورٹیں وصول کی جاتی تھیں اور طریقہ کار کا تعین کیا جاتا
 تھا۔ اس موقع پر مظلومین داد رسی چاہتے تھے۔ حضرت عمر کے دور خلافت
 میں تو ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔ بعد میں بھی مختلف اسلامی حکومتوں
 اور اسلامی تحریکات کا یہی طریقہ رہا کہ حج کے موقع پر اپنی بین الاقوامی
 کانفرنسیں منعقد کیا کرتے تھے۔ شمالی افریقہ کی سنوسی تحریک کے قائدین
 ہر دوسرے تیسرے سال حج کے لئے آیا کرتے اور دنیا کے مختلف گوشوں سے
 آنے والے سنوسی کارکنوں سے ملاقاتیں کرتے، ان سے کام کی رفتار معلوم
 کی جاتی، ایک دوسرے کی مشکلات سنی جاتی اور ان کا حل سب مل کر
 تلاش کرتے، آئندہ کام کے لئے منصوبے سوچے جاتے۔ ”سوق الشرح“ علامہ
 سید جمال الدین افغانی نے کبھی ایک بار اپنی نوجوانی میں جمعۃ ام القریٰ
 کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی جس کا مقصد حج کے موقع پر مسلمانان
 عالم کے احوال معلوم کرنا اور ان کی خیر خبر رکھنا تھا۔ اور آخر میں شاہ
 فیصل مرحوم کے دور حکومت میں تو حج کی مرکزیت سے بہت کچھ کام
 لیا گیا، خاص طور پر رابطہ عالم اسلامی کی بین الاقوامی تنظیم اس موقع پر

بہت کچھ کام کرتی ہے اور حج کے اجتماع کی برکتوں کو سارے عالم میں پھیلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حج کے اجتماعات سے علمی میل جول، عالم اسلام کے مختلف علاقوں سے آنے والے اہل علم سے استفادہ اور ایک دوسرے کے خیالات سے واقفیت اور فکری مسائل سے آگاہی کے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ ماضی میں بھی ہمارے اہل علم اس بابرکت اجتماع سے علمی استفادہ کے مواقع حاصل کرتے رہے ہیں۔ آئندہ بھی زیادہ سے زیادہ وسیع پیمانہ پر اہل علم کو آپس میں ملنے جلنے کے مواقع مل سکتے ہیں۔ اگر مختلف اسلامی ممالک کی حکومتیں مکہ میں حج کے موقع پر مختلف ممالک سے آنے والے اہل علم کے مل بیٹھنے کا انتظام کریں (۸) تو علمی میل جول کے نہایت بہتر مواقع پیدا ہو سکتے ہیں۔ ہر اسلامی ملک کا سفارت خانہ اپنے ہاں کے نمایاں حجاج کی فہرست دوسرے تمام مسلم سفارت خانوں کو مہیا کر دے تو اس کام میں بڑی سہولت ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک تقریب میں دنیا بھر سے آئے ہوئے مسلم ماہرین قانون، حج اور قضاۃ شریک ہوں، کسی دوسری تقریب میں تاریخ دانوں کا اجتماع ہو جائے۔ کسی تیسرے موقع پر ماہرین معاشیات مل بیٹھیں۔

اگرچہ رابطہ عالم اسلامی اس موقع پر سیمینار اور علمی مباحثے ترتیب دیتا ہے اور ان میں مختلف ممالک سے آنے والے اہل علم شرکت کرتے ہیں لیکن یہ کام دوسری حکومتوں کے سفارت خانے (خاص طور پر سفارت خانوں کے ثقافتی اور مذہبی امور کے شعبے) بھی کر سکتے ہیں۔ اس طرح عالم اسلام کے اہل علم و دانش کو نہ صرف ایک دوسرے سے متعارف کرایا جا سکے گا بلکہ علمی و فکری کاوشوں میں وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کر سکیں گے۔

حواشی

- ۱ - ملاحظہ ہو تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی، جلد ششم صفحہ ۱۵۴
- ۲ - سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد پنجم، صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ اعظم گڑھ
- ۳ - من دخله کان آمناً، آل عمران: ۹۷
- ۴ - یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا - سورہ توبہ: ۲۸
- ۵ - حدیث کے الفاظ ہیں: اخرجوا اليهود و النصارى من جزيرة العرب - حضور نے مرض الموت میں جو چند وصیتیں فرمائیں ان میں یہ وصیت بھی تھی۔
- ۶ - یہ اصطلاح بیت اللہ کے لئے علامہ اقبال نے استعمال کی ہے۔ ملاحظہ ہو، رموز بے خودی ص ۱۵۴-۱۵۸
- ۷ - سورہ بقرہ: ۱۹۸ - یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی بار جائز روزی کو اللہ کا فضل قرار دیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو سورہ فتح کی آیت ۲۹
- ۸ - اس غرض کے لئے عصرائے، عشائے یا استقبالے ترتیب دیے جا سکتے ہیں۔